

The Emergence and Evolution of Sufism in Kashmir: Historical Development and Socio-Cultural Impact

کشمیر میں تصوف کی آمد و ارتقاء اور اس کے سماجی و ثقافتی اثرات: ایک تحقیقی جائزہ

Fazil Gulzar

PhD Scholar, Shah-i- Hamdan Institute of Islamic Studies
University of Kashmir, Srinagar
fazil.isscholar@kashmiruniversity.net

Abstract:

This research article provides a comprehensive study of the arrival, evolution, and profound social, cultural, educational, and political impact of Sufism in the Kashmir Valley. It highlights that Islam and Sufism entered Kashmir not through conquest or force but via peaceful spiritual missions led by notable Sufi saints such as Bulbul Shah, Mir Syed Ali Hamadani, and Mir Muhammad Hamadani. The article systematically presents the theological foundations of Sufism, its Quranic and Hadith-based origins, and the historical roles of major Sufi orders like Suhrawardiyya, Kubrawiyya, Naqshbandiyya, Qadiriyya, as well as the indigenous Rishi order, emphasizing that Sufism is a spiritual dimension of Islam rather than a separate faith. The study illustrates how the Sufi saints actively engaged in social reforms by opposing caste discrimination, oppressive customs like sati, and practices such as alcohol consumption and gambling, promoting justice, equality, tolerance, brotherhood, and humanity instead. Through the establishment of khanqahs (spiritual centers), madrasas, communal kitchens (langars), and workshops, they not only fostered religious and spiritual education but also contributed significantly to the economic development and cultural enrichment of the region, including the promotion of Persian language and arts. The research further acknowledges the emphasis placed on women's religious education, contributing to a relatively balanced social structure, though it also notes deviations in later periods when certain un-Islamic practices gained prominence within Sufi traditions.

Fazil Gulzar

3

Keywords: Sufism in Kashmir, Mir Syed Ali Hamadani, Suhrawardiyya Order, Social reforms in Kashmir, Kashmiri Sufi saints, Spiritual and cultural impact, Khanqahs and Islamic education

صوفیت زندگی گزارنے کا ایک خاص طریقہ ہے جس میں انسان اپنی گہری ذات کو پہچان کر اس کے مطابق زندگی گزارتا ہے۔ یہ گہری ذات ہماری روزمرہ کی ظاہری شخصیت سے کہیں آگے ہوتی ہے اور اس میں شعور، عمل، تخلیق اور محبت کی وہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں جو عام زندگی کی سطح سے بالاتر ہوتی ہیں۔ آخر کار یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ صلاحیتیں ایک وسیع تر زندگی کا حصہ ہوتی ہیں۔ صوفیت اسلام کے مذہبی طرز زندگی کی وہ صورت ہے جس میں زیادہ زور ظاہری مذہبی رسومات پر نہیں بلکہ اندرونی ذات کی صفائی اور اس کی سرگرمیوں پر دیا جاتا ہے، یعنی یہ اسلامی تصوف یا روحانیت کی علامت ہے۔ یہ اصطلاح مغربی ادیبوں نے عام کی، لیکن مسلمانوں میں عام طور پر اسے "تصوف" کہا جاتا ہے اور جو اس راستے پر چلتا ہے اسے "صوفی" کہا جاتا ہے اسلامی تصوف یعنی صوفیت اور دیگر مذاہب کی روحانیت میں کچھ بنیادی فرق پائے جاتے ہیں۔ سب سے اہم فرق یہ ہے کہ اسلامی تصوف میں روح کی صفائی کے ساتھ جسمانی پہلو کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاتا جب کہ دیگر مذاہب کی روحانیت میں جسمانی پہلو کو ترک کر کے صرف روح کی بہتری پر توجہ دی جاتی ہے۔ اسلام میں تصوف کے دو پہلو

ہیں: ظاہری اور باطنی؛ بیرونی (شریعت) اور اندرونی (حقیقت)۔ یہ دونوں آپس میں جڑے ہوئے ہیں اور ایک کے بغیر دوسرے کی تکمیل ممکن نہیں۔ باطنی پہلو کو "باطنی حقیقت" (حقیقت) اور ظاہری پہلو کو "ظاہری شریعت" کہا جاتا ہے۔ شریعت حقیقت کی اظہار کا ذریعہ ہے اور اسی لیے صوفی ہمیشہ شریعت کے سب سے زیادہ محافظ ہوتے ہیں (Stoddart, William & Nicholson R.A., ۱۹۹۸, ص ۲۴-۲۶)۔ لفظ صوفی، ولی اللہ (خدا کے دوست)، درویش اور فقیر ایسی اصطلاحات ہیں جو ان مسلمانوں کے لیے استعمال ہوتی ہیں جو روحانی ترقی کے لیے ریاضت، مراقبہ، ترک دنیا، اور خود پر کنٹرول کی مشق کرتے ہیں^۲ (رضوی، ۲۰۰۴، ص ۱)۔ ڈاکٹر طارق چند کے بقول، صوفیت کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے: "تصوف شدید عقیدت کا مذہب ہے، محبت اس کا ظہور ہے، شاعری، موسیقی اور رقص اس کے عبادتی وسائل ہیں اور خدا کے ساتھ وحدت اس کا عظیم مقصد ہے۔" یعنی ایک صوفی کا مقصد خدا کے ساتھ کامل اتحاد حاصل کرنا ہوتا ہے، جس کے لیے شدید محبت اور عقیدت درکار ہوتی ہے جو تین طریقوں سے اظہار پاتی ہے: خدا کے لیے محبوبانہ شاعری، خدا کے قریب محبت کی موسیقی اور خدا کی خدمت میں رقص (طاری چند)۔ ابوالقاسم القشیری، جو تصوف کے ایک بڑے مصنف ہیں، نے اسے اندرونی و بیرونی پاکیزگی کا مجموعہ قرار دیا اور کہا کہ پاکیزگی ہر زبان میں قابل تعریف چیز ہے، اور اس کی مخالفت ناپاکی ہے۔ انہوں نے لفظ "تصوف" کو "صفا" یعنی خالص اور صاف ہونے کی دلیل قرار دیا، جو "صوف" (اول) کی نسبت بہتر ہے (شمیل، ۱۹۷۵، ص ۳۴۵)۔ شیخ الاسلام زکریا الانصاری نے تصوف کا خلاصہ یوں دیا: "تصوف وہ طریقہ ہے جس سے انسان اپنی ذات کو پاک کرتا ہے، اپنی اخلاقیات کو بہتر بناتا ہے، اپنی اندرونی اور بیرونی زندگی کو سنوارتا ہے تاکہ ہمیشہ کی خوشی حاصل ہو۔ اس کا اصل مقصد نفس کی پاکیزگی ہے اور اس کا اختتام ابدی سعادت میں ہوتا ہے" (والش، ۲۰۰۶، ص ۵۸)۔ رابن آلن نیکلسن نے اپنی کتاب "مصنفین اسلام" میں کہا کہ صوفی کوئی خاص فرقہ نہیں ہیں؛ ان کے پاس کوئی سخت نظریاتی نظام نہیں ہے، ان کے راستے خدا کی تلاش کی شہروں کی طرح مختلف اور متعدد ہیں، لیکن سب میں ایک خاندانی مماثلت پای جاتی ہے۔ ہر صوفی کے بارے میں مختلف انداز میں بیان ہو سکتا ہے اور اس کی ترجیحی خصوصیات اہم ہوتی ہیں (نیکلسن، ۱۹۱۴، ص ۲۷)۔ الجنید، ایک معروف صوفی، نے کہا کہ تصوف دل کی پاکیزگی ہے، یعنی مخلوقات سے دل کی دوری، فطری خصوصیات سے الگ ہونا، انسانی خواہشات کو قابو میں رکھنا، روح کی صفات کو اپنانا، حقیقتوں کا علم حاصل کرنا، امت کی خیر خواہی کرنا، خدا کے ساتھ مخلصی اور نبی کے مطابق شریعت کی پیروی کرنا (رضوی، ۱۹۸۶، ص ۱)۔ عموماً تصوف محبت و انسانیت کی خدمت ہے جو آخری مرحلے پر خدا کی محبت میں بدل جاتی ہے۔ صوفی اپنے تمام دنیاوی ٹھکانوں سے دور ہو جاتے ہیں اور زندگی کے جسمانی لذات کو ترک کر دیتے ہیں۔ ان کی خاص توجہ روح کی صفائی، شعور کی ترقی اور اخلاق کی اصلاح پر رہتی ہے۔

صوفی کی اصطلاح

اصطلاح "صوفی" کی اصل کے بارے میں مختلف آراء اور تفسیریں موجود ہیں۔ تصوف یا صوفیت کو مختلف انداز میں تعبیر کیا جاسکتا ہے جیسے کہ قربانی، خالی ہونا، خودی سے نفرت، خود غرضی اور نفس کی خواہش سے پرہیز، اور آخر کار خدائی محبت اور انسانیت کے لیے عشق حاصل کرنا۔ کئی صوفیوں نے اس اصطلاح کے آغاز کی وضاحت مختلف طریقوں سے کی ہے اور علماء کے درمیان اس لفظ کی اصل اور مفہوم پر متنوع آراء پائی جاتی ہیں: عربی میں تصوف کو "تصوف"

(Tasawwuf) کہا جاتا ہے، جو "صوف" (اون) سے ماخوذ ہے۔ یہ اون کے کپڑے کی طرف اشارہ کرتا ہے جو ابتدائی صوفی پہنتے تھے۔ بعض نے لفظ "صوفی" کو "صفیا" سے بھی جوڑا ہے جو خدائی دوست کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اکثر صوفیوں کا ماننا ہے کہ لفظ "صوفی" "صفا" سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے پاکیزگی۔ صوفی وہ شخص ہوتا ہے جو دنیاوی تمام ناپاکیوں سے پاک ہو چکا ہو۔ بعض اسے "صف" (رتبہ) کے ساتھ جوڑتے ہیں، کیونکہ صوفی روحانی طور پر خدا کے قربت کی وجہ سے بلند مرتبہ پر ہوتا ہے، (Stoddart William & Nicholson R.A, ۱۹۹۸، ص ۴)۔ بعض لوگ اسے "صفا" (پنج) سے بھی معنی کرتے ہیں، جو اہل الصفا یا اصحاب الصفا کی طرف اشارہ ہے۔ شروع میں اسلام کے دور میں نبی محمد ﷺ کی مسجد نبوی کے صحن میں غربا پناہ لیتے اور وہاں علم کی تعلیم لیتے تھے۔ یہ لوگ "اہل الصفا" کہلائے اور چونکہ وہ اون والے کپڑے پہنتے تھے، انہیں صوفی کہا جاتا تھا (adman, James and Frazer, R, F, ۲۰۰۹، ص ۵)۔ ایک اور نظریہ ہے کہ لفظ "صوفی" "سافوت القفا" سے آیا ہے، جس کا مطلب ہے گردن کے پیچھے اگنے والے بال۔ یا پھر "صوفانا" جسے ایک قسم کے پودے کے طور پر بیان کیا گیا ہے (Begg, ۱۹۹۹، ص ۴۱)۔ کچھ علماء کا خیال ہے کہ "تصوف" عربی یا اسلامی اصطلاح نہیں بلکہ یہ اصل میں یونانی لفظ "سوفیا" (Sofia) سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب حکمت ہے۔ یونانی الفاظ کے انتشار کے ساتھ یہ اصطلاح عربی زبان میں آئی۔ اگر سختی سے دیکھا جائے تو عربی لفظ "صوفی" بالکل سنسکرت کے لفظ "یوگی" کی طرح ہے، جو اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو مقصد حاصل کر چکا ہو، لیکن بعض اوقات ان افراد کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جو اس راہ پر گامزن ہوں۔ (Hastings, Encyclopedia of Religion and Ethics, ۱۹۲۱، ص ۱۰) آخر میں، معتبر اور مستند ترین ماخوذوں کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ لفظ "صوفی" "اون" (wool) سے ماخوذ ہے کیونکہ اکثر اسلامی علماء اور روحانی افراد نے یہی کہا ہے کہ یہ لفظ ان اون والے کپڑوں سے آیا ہے جو ابتدائی صوفی پہنتے تھے (Valiuddin, ۲۰۰۹، ص ۲)۔

تصوف کی بنیاد اور ارتقاء

تصوف کی بنیاد اور ارتقاء کے حوالے سے مختلف آراء اور نظریات موجود ہیں۔ کچھ محققین کا خیال ہے کہ تصوف اسلامی تعلیمات کی روشنی میں وجود میں آیا ہے، جبکہ دیگر نے اسے یونانی فلسفے، ہندو مت، بدھ مت، یا ایرانی ثقافتوں سے متاثر بتایا ہے۔ لیکن اکثر اسلامی علماء اور صوفیاء کے نزدیک تصوف کی اصل بنیاد قرآن اور حدیث کی تعلیمات پر ہے، جو اسلام کی روحانی زندگی کی حقیقت کو ظاہر کرتی ہیں (Begg, ۱۹۹۹، ص ۴۵)۔ قرآن و حدیث کے مطابق، اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت کے لیے مختلف ادوار میں انبیاء بھیجے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں جن کے ذریعے اللہ کی آخری ہدایات انسانی سطح پر پہنچی ہیں۔ ان ہدایات پر اسلام کا پورا ڈھانچہ اور تصوف کی تعلیمات قائم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کی ضمانت دی ہے (Baldick, ۱۹۸۹، ص ۲۳-۲۴)۔ یوسف حسین کے مطابق، تصوف اسلام کے دامن سے جنم لیا ہے اور اس پر کسی غیر اسلامی فکریہ عمل کا اثر نہیں ہے (Naresh, ۲۰۱۷، ص ۴۰۹)۔ اکثر صوفیاء تصوف کی ابتدا کو خود حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سے جوڑتے ہیں کیونکہ ان کی زندگی کی سادگی اور روحانی طرز عمل اس بات کا ثبوت ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں دنیاوی آسائشوں سے دور رہ کر، دن بھر اللہ کا پیغام پہنچایا اور رات کے بیشتر حصے میں عبادت کرتے رہے (Rafiqi, ۲۰۰۹، ص ۲۴)۔ تصوف کی اصطلاح "تاریقت" کے لیے استعمال ہوتی ہے جو شریعت

کی توسیع ہے، اور شریعت کی پابندی کے ساتھ نفسیاتی اور روحانی ترقی کو فروغ دیتی ہے۔ تاریخی طور پر، تصوف کا باقاعدہ آغاز حسن بصری کی شخصیت سے ہوا جو اپنے دور کے مذہبی رہنما تھے۔ تصوف کے تین مراحل ہیں: طائفہ کا دور، خانقاہ کا دور اور سلسلہ کا دور۔ یہ مراحل تصوف کی ترقی کے مختلف پہلوؤں کو ظاہر کرتے ہیں (Trimingham, ۱۹۷۱، ص ۱۰۳)۔ تصوف اسلام سے الگ یا نیا دین نہیں بلکہ اسلام کا ایک باطنی اور روحانی پہلو ہے، جو پانچ بنیادی ارکان اسلام (کلمہ، نماز، روزہ، زکات اور حج) پر عمل کرنے کو ضروری سمجھتا ہے (Hamdani, ۲۰۰۹، ص ۳۴)۔ تمام صوفی قرآن و حدیث کی مکمل پیروی کرتے ہیں اور تصوف کو خدا کی بے پایاں محبت اور شریعت کے تحت اس کی مخلوق کی خدمت سمجھتے ہیں، جیسا کہ قرآن میں فرمایا گیا ہے "اللہ ان سے محبت کرتا ہے جو اس سے محبت کرتے ہیں" (القرآن، ۵:۵۴)۔ قرآن میں مختلف آیات صوفیت کی روحانی بنیادوں کی وضاحت کرتی ہیں، جیسے انسان کی تخلیق، نفس کی حالت، اور دل کی پاکیزگی (سورۃ ق، ۱۶؛ سورۃ الاعلیٰ، ۱۴؛ سورۃ الشمس، ۹-۱۰)۔ ایران کے محقق ڈاکٹر سید نصر کے مطابق بھی تصوف کی اصل جڑیں قرآن و حدیث میں ہیں اور صوفی شیخ شہاب الدین سوہروردی کی کتاب "عوارف المعارف" میں بھی تصوف کی بنیادی تعلیمات قرآن کی زبان میں بیان کی گئی ہیں (Soharwadi, ۱۹۹۸، ص ۳۶-۳۷)۔ تصوف کی تاریخ میں یہ احساس بھی شامل ہے کہ انسان اور خدا کے درمیان براہ راست اور محبت بھرا تعلق ہو سکتا ہے، جہاں خدا کو حکمران کے بجائے محبوب سمجھا جاتا ہے۔ صوفیہ خدا کو جاننے اور محبت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ روح اللہ کی مدد براہ راست مذہبی تجربے سے حاصل کر سکتی ہے نہ کہ صرف عقل یا حواس سے (Adart William & Nicholson R.A, Stod, ۱۹۹۸، ص ۵)۔

کشمیر میں تصوف اور صوفیائی آمد

کشمیر کی ثقافت کی انفرادیت نے اسلام کے آنے کے باوجود اپنی موجودگی برقرار رکھی، البتہ نئے روپ میں۔ جس طریقے سے وادی میں اسلام داخل ہوا، وہ برصغیر کے دیگر حصوں میں اسلام کی آمد سے مختلف تھا، کیونکہ یہاں اسلام فتح یا جنگ کے ذریعے نہیں بلکہ نرم رویے سے داخل ہوا۔ والٹر لارنس نے اپنی کتاب "ویلی آف کشمیر" میں کہا ہے کہ "کشمیریوں کو غیر ملکی لوگ 'پیر پرست' یعنی ولیاں پوجنے والے کہتے ہیں، اور یہ لقب ان کے لیے بخوبی جائز ہے" (Lawrence, ۱۹۸۵، ص ۲۸۶)۔ اس وادی نے بہت سے لوگوں کے مفادات کی نمائندگی میں کلیدی کردار ادا کیا جن میں صوفی، رشی، سادات، علماء، شاعروں، دانشوروں اور مسافروں کی بڑی تعداد شامل ہے۔ محمود غزنوی (۹۹۸-۱۰۳۰ عیسوی) نے دو مرتبہ کشمیر پر حملہ کرنے کی کوشش کی، پہلی دفعہ ۱۰۱۵ عیسوی اور دوسری دفعہ ۱۰۲۱ عیسوی میں۔ محمود کی کوششوں کو لوہار کوٹ کی مضبوط قلعوں اور بروقت برف باری نے روکا۔ لیکن جب غزنوی کے بھارت حملے ختم ہو گئے، اس وقت تک کشمیر کے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان نزدیک تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ چنانچہ اسلام اور مسلمانوں کے لیے یہ واضح ہے کہ مسلمانوں کا کشمیر میں قیام حضرت سید شرف الدین عبدالرحمن بلبل شاہ کے پہنچنے سے پہلے ہو چکا تھا۔ اس لیے اسلام کی ترویج کا میدان پہلے سے ہی تیار تھا، لیکن کچھ نامناسب حالات کی وجہ سے تاریخی ریکارڈ میں ان ولیوں کے نام اور خدمات محفوظ نہیں ہو سکیں (hari, Buk, ۱۹۹۸، ص ۵۱)۔ پھر بھی، بہت سے اولیاء اللہ کشمیر میں پیدا ہوئے تھے، جب کہ دیگر قومیں ابھی وجود میں نہیں آئی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کشمیر میں تصوف کی تاریخ اسلام کے ساتھ شروع ہوتی ہے اور اس سے پہلے کشمیر میں تصوف کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں (Hasan, ۲۰۰۳، ص ۱)۔

صوفیت کشمیر میں اس وقت آئی جب یہ اپنی تاریخ کے آخری اور سب سے اہم مرحلے میں داخل ہو چکی تھی، یعنی خانقاہوں اور سلسلوں (سلسلوں) کی تنظیم کے دور میں، اور مختلف اسلامی دنیا کے مقامات پر اس نے اپنی شکل اختیار کر لی تھی۔ اگرچہ کشمیر میں مسلم حکمرانی کے قیام (۷۲۰ ہجری / ۱۳۲۰ عیسوی) کے ساتھ قریب قریب اسی وقت صوفیت کو یہاں متعارف کرایا گیا، پھر بھی اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ مسلم حکمرانی کے قیام سے بہت پہلے اسلام نے کشمیر میں قدم جمایا تھا۔ لیکن کوئی شک نہیں کہ صوفیوں کی منظم اور مربوط سرگرمیاں چودھویں صدی کے آخری حصے میں ہی شروع ہوئیں۔ اس کے بعد، ممتاز صوفی جیسے سید علی ہمدانی، میر محمد، سید جمال الدین بخاری اور سید اسماعیل شام تیزی سے کشمیر میں داخل ہونے لگے (Rafiabadi, ۲۰۰۹، صفحات ۳-۴)۔ اس وقت، جب فارسی اور وسطی ایشیا کے صوفی کشمیر کی وادی میں آنے لگے، اسی کے ساتھ یک مقامی صوفی سلسلہ جو "رشی سلسلہ" کے نام سے جانا جاتا ہے اور جس کے بانی شیخ نور الدین تھے، بھی ترقی کر رہا تھا (Gull, ۲۰۰۳، ص xix)۔ اس سلسلے نے تمام انسانوں کے پر امن بقائے باہمی کی زندگی کو فروغ دیا۔ کشمیر میں صوفیت کو اس سلسلے کی وجہ سے دو بڑے رجحانات میں تقسیم کیا گیا، یعنی وہ رسمی یا آرتھوڈوکس رجحان جو فارسی اور وسطی ایشیا سے آنے والے صوفیوں کی پیروی کرتا تھا، اور دوسری طرف رشی سلسلہ، جو زیادہ تر کشمیری باشندوں پر مشتمل تھا اور وہ ہم آہنگی اور بقائے باہمی کے ایک وسیع نظام پر عمل کرنے والا تھا (Rafiabadi, ۲۰۰۹، ص xxxvi)۔ کشمیر میں صوفیت کی تاریخ ایک طویل عرصے پر محیط ہے جو بلبل شاہ سے لے کر صوفی شعراء تک پھیلی ہوئی ہے۔ صوفی بزرگ آج بھی اپنی لطیف روحانی بصیرت کے ذریعے کشمیری عوام کو متاثر کر رہے ہیں۔ سہروردی، نقشبندی اور قدری صوفی سلسلوں نے بھی کشمیر کی اسلامائزیشن کے عمل میں اہم کردار ادا کیا ہے (Rafiabadi, ۲۰۰۹)۔

سید شرف الدین عبدالرحمن (بلبل شاہ)

7 جب کشمیر میں مسلم حکومت کا آغاز ہوا (۷۲۰ ہجری / ۱۳۲۰ عیسوی)، تب صوفیت کشمیر میں داخل ہوئی۔ کشمیر میں اسلام کی ترویج کا سہرا ان صوفیوں کے سر جاتا ہے جو فارسی اور وسطی ایشیا سے کشمیری وادی میں آئے۔ کشمیر میں چار صوفی سلسلے تھے: سہروردیہ، کبرویہ، نقشبندی، اور قدری، اور ایک مقامی سلسلہ جسے رشی سلسلہ یا رشی ازم کہا جاتا ہے۔ سید شرف الدین عبدالرحمن، جو ترکستان کے رہنے والے تھے، کشمیر وادی میں داخل ہونے والے پہلے صوفی تھے۔ انہیں عام طور پر بلبل شاہ کہا جاتا ہے۔ بلبل شاہ نے مغرب اور وسطی ایشیا کا وسیع سفر کیا اور آخر کار ۱۲۹۵ عیسوی میں کشمیر آئے، جب یہاں کے آخری ہندو بادشاہ راجہ سوہادی کا دور حکومت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ بلبل شاہ شاہ نعمت اللہ فارسی کے مرید تھے۔ وہ سہروردیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے، اسی وجہ سے بعض اوقات انہیں سہروردی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی مشن وہی تھی جسے قرآن مجید کی آیت "سرفی الارض" میں بیان کیا گیا ہے، یعنی زمین پر یاد دنیا میں جانے کا مقصد، جسے انہوں نے مخصوص طریقے سے اپنی زندگی میں ڈھالا اور اس کے مطابق زندگی گزاری (Bukhari, ۱۹۹۸، ص ۵۱)۔ بلبل شاہ کشمیر میں کچھ عرصہ رہے، پھر وسطی ایشیا واپس چلے گئے، لیکن بعد میں ۱۳۲۰ عیسوی میں دوبارہ کشمیر آ گئے۔ کشمیر کی اسلامائزیشن میں ان کا سب سے بڑا کردار بادشاہ رنجن کو اسلام قبول کروانا تھا۔ رنجن کے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام سلطان صدر الدین رکھا گیا۔ ان کی تبدیلی نے کشمیر میں اسلام کو وسیع تر قدم رکھنے میں مدد دی (Tahiri, ۲۰۰۸، ص ۴۹)۔ بلبل شاہ کی مہربانی سے نہ صرف رنجن نے اسلام قبول کیا بلکہ ۱۰,۰۰۰ سے زائد افراد بھی اسلام کی راہ پر آ گئے۔ حضرت بلبل شاہ نے کشمیر میں

روشنی کی کرنیں پھیلائیں، یعنی علم کی روشنی اور انسانی خدمات کی روشنی، جس کے ذریعے معاشرے کے ہر فرد کو ذات، رنگ، مذہب، طبقے، یا فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر فائدہ پہنچا۔ ہر فرد اس نئے ایمان کو اپنا کر سکون و آرام محسوس کرتا تھا۔ بلبل شاہ نے دریائے جہلم کے کنارے ایک خانقاہ تعمیر کی، جسے "بلبل لنکر" کہا جاتا ہے، جو کشمیر کی سب سے قدیم اسلامی خانقاہ تھی۔ خانقاہ کے ایک طرف جامع مسجد اور ایک لنگر خانہ بھی تھا۔ بلبل شاہ اس مسجد میں نماز پڑھتے اور لنگر خانے میں طلبہ، صوفیاء، درویش، فقراء، مسافر اور محتاجوں کو دن میں دو بار مفت کھانا فراہم کیا جاتا تھا (Tahiri, ۲۰۰۸، ص ۷۳)۔ روزمرہ کی اشیاء کی اخراجات کے لیے کچھ گاؤں انہیں چندہ کے طور پر دیے گئے تھے۔ بلبل شاہ کا طرز زندگی مکمل خود پسندی سے آزاد تھا، اور انہوں نے اپنے دور کے کشمیریوں میں پھیلے ہوئے غلط عقائد اور جھوٹے بابوں کے خلاف وعظ و نصیحت کی۔ وہ غریبوں کی مدد کرتے، ان کے حقوق کے لیے کام کرتے، اور معاشرے کے دھیمارنگ لوگوں کے ساتھ بے پناہ محبت کا مظاہرہ کرتے تھے (Rafiabadi, ۲۰۰۹، ص ۵)۔ بلبل شاہ ۱۳۲۶ عیسوی میں انتقال کر گئے لیکن ان کے بعد کوئی ایسا خاص خلیفہ سامنے نہیں آیا جو ان کے معیار پر پورا اترتا ہو۔ وہ بلبل لنکر، سری نگر میں دفن ہیں (Husaini, ۱۹۹۲، ص ۱۳)۔

سید علی ہمدانی

کشمیر کی اسلامائزیشن نہایت تیزی سے اس وقت ترقی پائی جب کئی سادات کی آمد ہوئی، جن میں معروف سادات میں سید جلال الدین بخاری، سید تاج الدین، سید مسعود، اور سید علی ہمدانی شامل ہیں۔ ان تمام صوفیوں، مبلغین اور مشنریوں میں، میر سید علی ہمدانی نے کشمیر میں اسلام کے فروغ میں غیر معمولی اثر و رسوخ حاصل کیا، اور انہیں کشمیر میں اسلام کے حقیقی بانی کے طور پر بھی جانا جاتا ہے، اسی وجہ سے انہیں "بانی مسلمان" بھی کہا جاتا ہے (کشمیر میں)۔ کشمیر میں انہیں "شاہ ہمدان" (ہمدان کے مالک) کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان کے دوسرے القابات "امیر کبیر" (عظیم امیر) اور "علی ثانی" (دوسرے علی) بھی ہیں (Lawrence, ۱۹۸۵، ص ۲۹۲)۔ وہ ۱۲ رجب ۷۱۴ ہجری بمطابق ۲۲ اکتوبر ۱۳۱۴ عیسوی کو پیدا ہوئے۔ والد کا نام سید شہاب الدین اور والدہ کا نام سید فاطمہ تھا۔ وہ ہمدان، جو ایران کے مغربی حصے میں واقع ہے، میں پیدا ہوئے۔ وہ سیدنا علی ابن ابی طالب سے سید امام حسین علیہ السلام کے ذریعے سولہویں نسل میں تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلامی فقہ و کلام کی تعلیم حاصل کی اور ایک عظیم صوفی بزرگ علاؤ الدولہ کے زیر نگرانی تصوف سیکھا۔ اسی طرح انہوں نے صوفی بزرگ علاؤ الدولہ سمہنانی سے ہدایت حاصل کی۔ بارہ سال کی عمر میں ہمدانی نے قرآن مجید حفظ کر لیا تھا (Husaini, ۱۹۹۲، ص ۱۲)۔ میر سید علی ہمدانی کے کشمیر کے دوروں کی تاریخ اور تعداد کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ کچھ قدیم مورخین جیسے مرزا حیدر اور ابوالفضل کا کہنا ہے کہ ہمدانی نے کشمیری وادی کا صرف ایک بار دورہ کیا۔ جبکہ دیگر مورخین جیسے مسکین اور حسن کا خیال ہے کہ انہوں نے کشمیر کے وادی کے تین دورے کیے (Husaini, ۱۹۹۲، ص ۱۵)۔ عموماً دو بنیادی وجوہات تھیں جنہوں نے میر سید علی ہمدانی کو کشمیر کا سفر کرنے پر مجبور کیا: تیمور کی خطرہ: یعنی فارسی اور وسطی ایشیا میں ان کے اقتدار کا عروج۔ ہمدانی کا دینی جوش: کئی علماء کے نزدیک ہمدانی کا کشمیر کا دورہ بنیادی طور پر ایک اسلامی مشن تھا۔ رسالہ مستورات کے مصنف کے مطابق ہمدانی کا کشمیر کا یہ دورہ بلا واسطہ حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی میں تھا (Gull, ۲۰۰۳، صفحات ۳۴-۳۶)۔ کشمیر منتقل ہونے کے بعد، ہمدانی نے کشمیری حکمران سلطان قطب الدین پر گہرا اثر ڈالا۔ وادی کے عوام کا اسلام کی جانب رجحان نہ صرف بڑھا بلکہ صوفی بزرگ اپنی نمایاں معاونت سے اس عمل

کو certified کیا۔ میر سید علی ہمدانی کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ سلطان سکندر نے اس دور کی معاشرت میں موجود کئی برائیاں جیسے ممنوعہ نشہ آور اشیاء اور سستی نظام کو بند کروایا۔ ہمدانی نے اپنے ساتھ ایک بڑی تعداد میں کتابیں بھی لائی تھیں۔ انہوں نے ختلان اور کشمیر میں دو کتب خانے قائم کیے تھے۔ یہ کتابیں مختلف مدارس میں تدریس کے لیے استعمال کی گئیں اور اس طرح فارسی زبان نے کشمیری وادی میں خاص اہمیت حاصل کی (Qadiri, ۲۰۰۲, صفحات ۲۰۷-۲۰۹)۔

یہ شاہ ہمدان ہی تھے جنہوں نے کشمیری عوام پر حاوی ظلم و ستم اور ان کی مشکلات کے خلاف آواز اٹھائی۔ چودھویں صدی کے کشمیری، جو ذات پات کے نظام میں گرے ہوئے تھے، نہ صرف اس نظام کو بدلا بلکہ انہیں ایک مضبوط سماجی، معاشی اور روحانی اساس فراہم کی جس کے ذریعے وہ اپنی تہذیب کے ذریعے دیگر اقوام میں پہچانے گئے۔ انہوں نے انسانی ترقی کے لیے تصوف کو استعمال کیا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ بھائیوں کی طرح مل جل کر کام کرنا، زندگی گزارنا اور ایک ساتھ عبادت کرنا بہتر ہے۔ اسلام کشمیری وادی میں زبردستی نہیں بلکہ قدم بہ قدم پر امن تبلیغ کے ذریعے آیا (Hasnain, ۲۰۰۱, ص ۱۰)۔ میر سید علی ہمدانی اور ان کے دیگر شاگرد کشمیری وادی کا سفر اپنے ذاتی مقاصد یا سیاسی مفادات کے لیے نہیں کیے بلکہ ان کا مشن کشمیر کی اسلامائزیشن میں ایک مثالی اور انقلابی کردار ادا کرنا تھا، جسے درج ذیل نکات سے سمجھا جاسکتا ہے: میر سید علی ہمدانی کی کاوشوں اور تبلیغ کی کوششوں کی بدولت اسلام ایک بڑی تعداد کے لیے مذہب بن گیا۔ کشمیری وادی پہنچنے سے پہلے، ہمدانی نے مختلف قوانین اور معیشت، سماجی اور مذہبی حالات کا جائزہ اپنے تحقیقات کرانے والے مبلغین کے ذریعے لیا، جنہوں نے معیشت کی تباہ حالی، ذات پات کا امتیاز، گروہی جنگوں، اور مذہبی سکولروں کے استحصال کی رپورٹیں دی تھیں۔ ان تمام معلومات کے تصفیے کے بعد، وہ مل کر سات سو ماہرین کے گروہ کے ساتھ ایک مصلح کے طور پر کشمیر آئے، جن میں کارگیر اور ہنرمند بھی شامل تھے جنہوں نے قالین بانی، کاغذ سازی جیسے دستکاریوں کو متعارف کروا کر معاشی حالات بہتر بنانے میں مدد کی (Gull, ۲۰۰۳, ص vii)۔ مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ہمدانی کا کشمیر دورہ یا مشن عمومی طور پر پر امن تھا۔ انہوں نے اسلام سکھانے یا پھیلانے کے لیے کوئی جبر یا طاقت یا تلوار کا استعمال نہیں کیا۔ اس کا کوئی ثبوت موجود نہیں۔ حتیٰ کہ سلطان قطب الدین نے خود اگر ضرورت ہوتی تو فوجی مدد کی پیش کش بھی کی تھی (Jaffar, ۱۷ ص)۔ ان کا برابری اور ایک دوسرے کے احترام کا پیغام نے کشمیری مرد و خواتین کو مذہبی کلمے اور ظالمانہ رسومات جیسی کہ 'ستی' کے شکنجے سے آزاد کیا (Gull, ۲۰۰۳, ص vii)۔ جب میر سید علی ہمدانی کشمیر پہنچے تو وہاں کی اخلاقی حالت انتہائی خراب تھی۔ کہا جاتا ہے کہ مختصر مدت میں تقریباً ۳۷۰۰ افراد نے اسلام قبول کیا، اور یہ سب ان کے نرم رویے اور تعلیمات کے اثر سے ہوا۔ سری نگر میں میر سید علی نے ایک خانقاہ قائم کی جہاں لوگ قیام، روزمرہ رہائش کھانے، دعا کرنے، اور اسلامی قوانین کی رہنمائی حاصل کرنے کے لیے آسکتے تھے۔ خانقاہ کے قریب یا اس کے آس پاس ورکنگ سینٹر بھی قائم کیے گئے، جنہیں 'کارخانوں' کے نام سے جانا جاتا تھا، جہاں لوگ مختلف ہنرمندیوں میں مشغول ہو کر روزمرہ کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ اس خانقاہ میں مجلس سماع (اجتماعی موسیقی) کا بھی اہتمام ہوتا تھا، جو ہر مذہب، رنگ، غریب و امیر اور ذات پات سے بالاتر ہر شخص کے لیے کھلا ہوتا تھا۔ ہمدانی نے اپنے آپ کو تبلیغ اور سماجی اصلاحات تک محدود رکھا اور سیاسی معاملات میں دخل اندازی نہیں کی۔ تاہم یہ قابل ذکر بات ہے کہ انہوں نے سلطان کی رہنمائی کی کہ وہ ریاست کو اسلام کے اصولوں اور شریعت کے مطابق چلائے (Gull, ۲۰۰۳, ص ۳۹)۔

میر سید علی ہمدانی کا طرز عمل مکمل طور پر صاف ستھرا اور غیر فرقہ وارانہ تھا، یعنی ان کا طریقہ اسلام کی دعوت کا مشن تھا جو صرف قرآن و سنت کی فلسفیانہ اصطلاحات پر مبنی تھا۔ سید علی ہمدانی کے نزدیک فرد اور حکمران دونوں کو خوش اخلاق زندگی گزارنی چاہیے، اور انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ اپنے روزگار کی کمائی حلال ذرائع سے کی جائے جو ان کے صوفیانہ نظریے کی علامت ہے (مقبول، ۱۹۸۵ء، ص ۴۳)۔ اسلام اور تصوف دونوں میں تقویٰ کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور کہا جاتا ہے کہ جو شخص تقویٰ میں سب سے آگے ہوتا ہے وہ خدا کے بہت قریب ہوتا ہے۔ میر سید علی ہمدانی کے مطابق جب دل میں صرف خدا کے لیے محبت ہوتی ہے، یعنی اللہ کا وجود ہی دل میں نمایاں ہوتا ہے، تو دل میں دنیاوی چیزوں کی کوئی خواہش باقی نہیں رہتی۔ ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ ذکر میں مصروف رہے اور تنہائی میں کلمہ شہادت کی تلاوت پر توجہ مرکوز کرے، اور یہ ذکر اس قدر مستقل ہونا چاہیے کہ پورا جسم اس کے اچھے اثرات سے معمور ہو جائے۔ کشمیری تاریخ میں صوفیت کے دخول کو ایک اہم موقع سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اس وقت ہندو طاقت میں کمی آئی تھی اور مسلم حکمرانی کی بنیاد پڑ رہی تھی (۷۲۰/۱۳۲۰ ہجری)، مگر چودھویں صدی کے آخر میں صوفیت وادی میں اپنی مکمل نشوونما اور عروج پر پہنچ گئی۔ اسی لیے، معروف صوفی شخصیات جیسے سید علی ہمدانی، سید محمد، میر محمد ہمدانی، سید جمال الدین بخاری اور سید اسماعیل شامی ایک تیز رفتار تسلسل میں کشمیر پہنچے (رافیقی، ۲۰۰۹ء، ص xxxv)۔ ہمدانی کا کشمیر پر ایک بڑا اثر یہ بھی تھا کہ انہوں نے مختلف جگہوں پر اپنی نائین مقرر کیے اور خانقاہوں کا جال قائم کیا۔ یہ خانقاہیں خاص طور پر ان دنوں کے ہندو بستیوں جیسے سری نگر، پام پور، اونتی پورہ، بیج پورہ، شاہ آباد، و بچور اور ترال میں تبلیغ و دعوت کے عظیم مراکز کے طور پر کام کرتی تھیں، اور آج بھی ان مقامات پر موجود ہیں (رافیقی، ۲۰۰۹ء، ص ۴۶)۔ آخر کار، یہ عظیم دلی، مصلح اپنی زندگی کی آخری سانس کاغذ (پاخلی کے گرد و نواح کا ایک مقام) میں لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ان کا انتقال ۷۳ سال کی عمر میں ہوا۔ ان کا جسم روس کے تاجکستان کے شہر ختلان منتقل کیا گیا اور وہیں ۲۵ جمادی الاول ۱۳۸۵ ہجری (۱۲ جولائی ۱۳۸۵ء) کو دفن کیا گیا (رافی آبادی، ۲۰۰۹ء، ص ۲۸)۔

میر محمد ہمدانی

میر محمد ہمدانی ۱۳۷۲ عیسوی میں ختلان میں پیدا ہوئے۔ جب ان کے والد، سید علی ہمدانی، اس دنیا سے رخصت ہوئے تو میر محمد کی عمر صرف بارہ سال تھی۔ اپنے دنیا سے رخصت ہونے سے پہلے سید علی ہمدانی نے اپنے بیٹے میر محمد کے لیے دو خطوط لکھے، جن میں سے ایک وصیت نامہ اور دوسرا خلافت نامہ تھا، اور انہوں نے اپنے شاگردوں کو ہدایت دی کہ میری موت کے بعد جن شاگردوں کے ساتھ میں تھا، انہیں ختلان (خواجہ اسحاق کی نگرانی میں) اور بدخش (جعفر بدخش کی نگرانی میں) بھیجیں۔ وصیت نامہ میں سید علی ہمدانی نے اپنے بیٹے میر محمد سے کہا کہ پہلے اپنی تعلیم مکمل کرے اور پھر اپنے کردار کو بہتر بنانے اور دل و روح کو مضبوط کرنے کے لیے سفر کرے (Rafiqi, ۲۰۰۹ء، ص ۱۱۸)۔ میر محمد نے والد کی نصیحت کے مطابق ختلان میں خواجہ اسحاق کی شاگردی میں تقریباً تین سال پانچ ماہ تصوف کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر وہ جعفر بدخش کے پاس گئے جہاں تقریباً سات ماہ قیام کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے والد کے کئی شاگردوں کو متاثر کیا اور ان کے ساتھ کشمیر کا سفر کیا۔ یہ کشمیری وادی میں کبرویہ سلسلے کے ولیوں کی دوسری لہر تھی۔ والد کی ہدایت کے مطابق، میر محمد ہمدانی نے اپنی جوانی میں باطنی اور ظاہری دونوں علوم حاصل کیے، اس کے بعد ہی انہوں نے اپنے مشنری کام کا آغاز

کیا (Bukhari S. F., ۱۹۹۷, صفحات ۶-۷)۔ میر محمد ہمدانی کا کشمیر میں داخلہ دو سال کی کم عمر میں، ۷۹۶ ہجری / ۱۳۹۳ عیسوی میں، میر محمد ہمدانی تقریباً تین سو شاگردوں کے ہمراہ کشمیر پہنچے۔ یہ سلطان سکندر (۱۳۸۹-۱۴۱۳) کے دور میں ہوا، اور سلطان سکندر خود ان کے مرید بنے۔ سلطان سکندر نے سری نگر میں میر محمد ہمدانی کے لیے ایک خوبصورت خانقاہ تعمیر کروائی، جہاں ان کے والد سید علی ہمدانی پہلے مقیم تھے۔ اس خانقاہ کی دیکھ بھال کے لیے سلطان سکندر نے دوپہر گنوں اور ایک الگ پرگنے کی آمدنی میر محمد کے لیے مخصوص کر دی (Gull, ۲۰۰۳, ص ۸۱)۔ کشمیر پہنچنے کے فوراً بعد میر محمد نے اسلام کی تعلیم اور تبلیغ شروع کر دی۔ سہابھٹ، جو سلطان سکندر کا مشیر اور چیف کمانڈر تھا، انہوں نے اسلام قبول کیا اور میر محمد کے وفادار شاگرد بن گئے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنا مذہبی نام "سیف الدین" رکھا اور اپنی بیٹی کی شادی میر محمد سے کر دی (Rafiqi, ۲۰۰۹, ص ۱۱۹)۔ میر محمد ہمدانی کے دور حکومت سلطان سکندر میں سرگرمیاں کشمیر کے ایک جدید مفکر نے لکھا: "... سلطان سکندر کے دور کا سب سے اہم واقعہ بڑی تعداد میں لوگوں کا اسلام قبول کرنا تھا، جس میں کئی برہمن اور خاص طور پر وزیر اعظم اور چیف کمانڈر شامل تھے۔ ایک بڑی تعداد کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ریاستی امور کا اسلامی اصولوں کے تابع ہونا ممکن ہو سکا، جو میر محمد ہمدانی کے لیے بھی سب سے بڑا ہدف تھا۔" (Wani, ۲۰۰۵, صفحات ۲۰۴-۲۰۵)۔ میر محمد ہمدانی کے آنے کے بعد ریاستی پالیسی میں کئی نمایاں تبدیلیاں آئیں، جیسے خواتین کا کھلے عام رقص کرنا، شراب فروشی اور جو کو غیر قانونی قرار دینا۔ غیر مسلموں پر جزیہ واجب قرار پایا اور سستی رسم پر پابندی لگا دی گئی۔ مزید یہ کہ، سہابھٹا (سیف الدین) کے گورنر بننے کے دوران برہمن مذہب کے خلاف سخت کارروائی کی گئی، جن میں نو مہینے کی تقریبات اور جلوسوں پر پابندی، برہمنوں کو تلک لگانے سے روکنا، دیوتاؤں کو نقصان پہنچانا اور سڑکوں پر ناقابل شناخت افراد کی آمد و رفت روکنا شامل ہے تاکہ برہمن ریاست سے بھاگ نہ سکیں (Wani, ۲۰۰۵, صفحات ۶۳-۶۴)۔ پمپور، مرتند، انت ناگ، سوپور اور برہمولا جیسے قدیم مندروں کو شہید کر دیا گیا۔ اسلامی قوانین کی مضبوطی اور نفاذ کے لیے مختلف اسلامی ادارے قائم کیے گئے جن میں مدارس، شرعی عدالتیں، فتویٰ کمیٹیاں، مساجد اور خانقاہیں شامل تھیں۔ سلطان سکندر کے دور میں اسلامی ثقافت کو سب سے زیادہ فروغ ملا، جو میر محمد ہمدانی کے اثرات کا ثمر تھا۔ آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ میر محمد ہمدانی نے کشمیر میں کئی سماجی، مذہبی اور تعلیمی ادارے قائم کیے جو آج بھی کشمیر کے کونے کونے میں موجود ہیں اور کشمیری مسلمانوں کی سماجی، مذہبی اور تعلیمی بیداری میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ میر محمد علی ہمدانی نے تقریباً بارہ سال قیام کیا اور ۸۰۸ ہجری / ۱۴۰۵ عیسوی میں وہاں سے رخصت ہوئے۔ وہ پہلے مکہ گئے اور پھر واپس ختلان تشریف لے گئے جہاں وہ اپنے والد کے مزار کے قریب دفن ہوئے (Gull, ۲۰۰۳, ص ۸۱)۔

کشمیر میں صوفی سلاسل

کشمیر میں صوفی سلسلے صوفیت کی ترقی کا سب سے اہم مرحلہ صوفیوں کا سلسلوں (سلسلوں) میں منظم ہونا تھا۔ "جب صوفیت اپنے تاریخی سفر کے آخری اور سب سے اہم مرحلے، یعنی خانقاہوں اور سلسلوں کے تنظیمی دور میں داخل ہوئی، تب وہ کشمیر پہنچی" (Rafiqi, ۲۰۰۹, ص xxxv)۔ سہروردی سلسلہ سب سے پہلا صوفی سلسلہ جو چودھویں صدی کے اوائل میں کشمیر میں داخل ہوا، وہ سہروردیہ سلسلہ تھا۔ اس سلسلے کے پہلے معروف صوفی جو کشمیر آئے، وہ سید شرف الدین تھے، جنہیں کشمیری عوام عام طور پر بلبل شاہ کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ ایک نمایاں صوفی تھے جن کے زیر نگرانی

قائد رنجن نے اسلام قبول کیا (Gull, ۲۰۰۳, ص ۷)۔ چونکہ ہم پہلے ہی بلبل شاہ کا ذکر کر چکے ہیں، اس لیے یہاں اس پر تفصیل سے بات نہیں کر رہے۔ ایک مشہور اور عظیم ولی، شیخ حمزہ مخدوم تھے، جنہیں کشمیری عوام 'محبوب العالم' (دنیا کے محبوب) کے نام سے جانتے ہیں۔ وہ ۹۰۰ ہجری / ۱۴۹۴ عیسوی میں برامولا کے ضلع میں پیدا ہوئے۔ وہ شیعہ مکتبہ فکر کے خلاف تھے اور کشمیر میں شیعہ فکر کی ترقی کو روکنے کی کوشش کی۔ ان کا دعویٰ تھا کہ نبی کریم ﷺ اور ان کے چار صاحب صحابی ایک خواب میں ان کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ شیعہ کی عادات غلط ہیں اور ان سے منسلک نہ ہوں۔ ان کی تعلیمات سے کئی شیعہ متاثر ہوئے اور انہوں نے اپنا ایمان چھوڑ دیا۔ انہوں نے کشمیر کے دیہی علاقوں میں متعدد مساجد بنائیں جہاں اسلام کی تعلیمات پہنچائی گئیں۔ وہ سامع کی سخت مخالفت کرتے تھے جو اسلام میں ممنوع ہے، اور اس کا قرآن و حدیث میں بھی ثبوت موجود ہے (Yousuf, ۲۰۱۹)۔ زین العابدین (بودشاہ) زین العابدین نے ۱۴۲۰ سے ۱۴۷۰ عیسوی کے دوران کشمیر پر حکومت کی۔ اسی دور میں سہروردیہ سلسلے کے ایک اور معروف صوفی، سید محمد اشفانی، کشمیر آئے (Rafiqi, ۲۰۰۹, ص ۲۱)۔ سید جمال الدین بخاری ایک اور صوفی بزرگ، سید جمال الدین بخاری، نے سولہویں صدی کے پہلے نصف میں کشمیر کا دورہ کیا (Rafiabadi H. N., ۲۰۰۹, ص ۶)۔ نقشبندی سلسلہ معروف حقیقت ہے کہ قریباً تمام صوفی سلسلے اپنی جڑیں چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جوڑتے ہیں، لیکن نقشبندی سلسلہ اپنے آغاز کو پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نسبت دیتا ہے۔ یہ سلسلہ خاص طور پر بہاؤ الدین نقشبندی کے توسط سے مشہور ہوا اور ترکوں کی زمین پر شروع ہوا۔ کشمیر کی وادی میں اسے سید ہلال نے متعارف کروایا جو سلطان سکندر کے دور میں آئے (Gull, ۲۰۰۳, ص ۷)۔ کبروی سلسلہ اگر کشمیر میں کبروی سلسلے کی بات کی جائے تو دیگر سلسلوں کے مقابلے میں اسے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ یہ سلسلہ اصل میں ۵۴۰ ہجری / ۱۱۴۵ عیسوی میں احمد بن عمر الخیوٹی المعروف نجم الدین کبریٰ کی طرف سے خوارزم میں قائم کیا گیا تھا۔ میر سید علی ہمدانی نے کشمیر میں کبروی سلسلے کی بنیاد رکھی اور اسے فروغ دیا۔ رضا الدین علی لالا اس سلسلے سے تعلق رکھتے تھے (Rafiqi, ۲۰۰۹, ص ۳۷)۔ یہ سلسلہ کشمیر کی اسلامائزیشن میں سب سے اہم اور مؤثر تھا اور کشمیری عوام پر اس کا گہرا اثر تھا۔ میر سید علی ہمدانی کے بعد ان کے بیٹے میر محمد نے اس سلسلے کی قیادت سنبھالی۔

کشمیر کی سماجی تشکیل میں خدمات

یہ عظیم صوفی روایات کشمیر کی زمین اور یہاں کے لوگوں پر گہرے اثرات رکھتی ہیں۔ ایرانی سید علی ہمدانی کے تقریباً ۷۰۰ شاگردوں کے ساتھ آنے سے یہ تحریک وادی کے تقریباً ہر گوشے میں پھوٹ پڑی۔ وادی میں صوفی سلسلوں کی طرف سے کئی مخصوص شعبوں پر اثرات مرتب ہوئے، جنہیں ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔ سیاست: یہ سادات یا صوفی اولیاء جو سید علی ہمدانی کے ہمراہ آئے، نے خود کو شاہی درباروں سے منسلک کیا اور ریاستی سیاسی معاملات میں حصہ لیا۔ یہ صوفی ناجی صرف مذہبی عہدوں تک محدود نہیں رہے بلکہ سفارت کاری کے بھی فرائض انجام دیتے رہے۔ طرز زندگی: سید علی ہمدانی کی تعلیمات کا سلطان قطب الدین پر ایسا اثر پڑا کہ انہوں نے ہندوؤں کے روایتی لباس کو ترک کر دیا اور اپنی پہلے شادی شدہ بیویوں سے طلاق لے لی جو اسلامی شریعت کے خلاف تھیں۔ سید علی ہمدانی اور ان کے ساتھیوں نے وادی میں خانقاہیں قائم کیں جو ان کے مذہب کی تبلیغ کے مراکز کے طور پر کام کرتی تھیں۔ ان خانقاہوں کے دروازے ہر کسی کے لیے کھلے تھے، خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم، اور ان کے بڑے لنگروں میں محتاجوں، مسافروں اور غریبوں کو مفت کھانا فراہم کیا جاتا

تھا۔ مذہبی تعلیم: ان سادات کی ایک اور اہم خدمت مدارس کی بنیاد رکھی گئی، جہاں قرآن، تفسیر، حدیث، اور فقہی تعلیمات پڑھائی جاتیں۔ یہ مدارس نہ صرف مذہبی تعلیم دیتیں بلکہ اخلاقی اور سماجی مساوات کا درس بھی دیتیں، جس سے کشمیری معاشرہ منظم اور باقاعدہ زندگی گزارنے کے قابل ہوا۔

معیشت

سید علی ہمدانی نے وسطی ایشیا کی ہنرمندی اور صنعت کو کشمیری وادی میں متعارف کروانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ ان کی درخواست پر سلطان قطب الدین نے وسطی ایشیا کے کارخانوں کے نمونے پر کشمیر میں 'کارخانے' (شال فیکٹریاں) قائم کیں، جس سے مقامی معیشت کو بہت فروغ ملا۔ جیسے جیسے صوفی اولیاء کا اثر و رسوخ تیزی سے بڑھ رہا تھا، شاہی درباروں میں ہندوؤں کی برتری کمزور ہونے لگی اور پہلے جہاں درباروں میں سنسکرت زبان بولی جاتی تھی، اسے اب فارسی زبان نے تبدیل کر دیا۔ کئی غیر مسلموں نے اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کے لیے فارسی زبان سیکھنی شروع کی، مثلاً ملازمتیں حاصل کرنے اور ترقی پانے کے لیے۔ سید علی ہمدانی کی تعلیمات سے کئی صوفی بزرگ اور اولیاء متاثر ہوئے، جن میں کشمیری عظیم روحانی شاعرہ لال دید اور کشمیری ولی و صوفی شیخ نور الدین معروف نند ریشی شامل ہیں (Aafaqi, ۲۰۰۴, ص ۹۴)۔ رہبانیت (mMonasticis): تصوف نظام خانقاہی کے طور پر قیامت کی تعلیم نہیں دیتا، کیونکہ یہ قرآن میں ممنوع ہے اور نبی کی تعلیمات میں بھی ذکر نہیں پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: "اور جو راہبان (رہبانیت) انہوں نے ایجاد کی، ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا، مگر صرف اللہ کی رضا کی خاطر، اور وہ اس کی مراقبت نہیں کرتے۔" (قرآن، ۵۷:۲۷) بعض جھوٹے صوفیوں نے اس طرح کے وہم پرستی یا راہبانانہ سختی اختیار کی، جو ان کی ایجاد تھی اور اس نے تصوف کو اسلام سے دور کر دیا۔ اسلامی زہد یعنی سادہ زندگی گزارنا اور دولت و مرتبہ کا غلام نہ بننا، رہبانیت سے مختلف ہے اور اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

قبولیتِ اسلام

شاہ ہمدان کے اثر سے ۳۰,۰۰۰ سے زائد افراد نے اسلام قبول کیا، جو زیادہ تر اجتماعی تبدیلیاں تھیں۔ لیکن وادی میں صوفیت کو زبردست رفتار سلطان سکندر (۱۳۸۹-۱۴۱۳) کے دور میں ملی۔ میر محمد، سید علی ہمدانی کے بیٹے، نے کشمیر میں اپنے والد کا مشن جاری رکھا، اور سلطان سکندر پر اس قدر اثر ڈالا کہ وہ ان کے شاگرد بن گئے۔ اس وقت ملک سہا جٹھ، جو وزیر اعظم اور فوج کا چیف کمانڈر تھا، میر محمد کے شفاف انسانیت اور سادہ زندگی سے متاثر ہو کر اسلام قبول کر گیا۔ اس نے اپنا نام سیف الدین رکھا اور کشمیری معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعات جیسے شراب فروشی، سستی نظام، جوئے، اور لڑکیوں کے رقص کو ترک کر دیا۔ یہ صوفی بزرگ، جنہوں نے معاشرے سے بری رسموں کو ختم کیا، نہ صرف مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں مددگار ثابت ہوئے بلکہ غیر مسلموں کے حق میں بھی یہ بہت مفید ملک ثابت ہوئے۔ یہ صوفی فقط نچلے ذات کے ہندوؤں کو ہی نہیں بلکہ برہمنوں کو بھی ان کی مذہبی روایات سے آزاد کر کے اسلام قبول کروا گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی مذہب تبدیلی مذہبی وجوہات سے زیادہ عملی موضوعات سے متاثر تھی۔ جو مزاجہ کہتے ہیں، "بہت سے برہمن اور دیگر ذاتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بادشاہ (سکندر) کی نوازش حاصل کرنے کے لیے اپنا مذہب بدل گئے" (Dutt, ۱۸۹۸,

ص ۶۷)۔ تصوف نے کشمیری مسلمانوں کے ایک ہم آہنگ مذہبی رویے کو پروان چڑھانے میں بھی کم از کم معاون کردار ادا کیا (Wani, ۲۰۰۵)

خواتین کی تعلیم

صوفی اولیاء نے خواتین کی تعلیم پر خاص زور دیا۔ بابا داود خاکی نے خواتین کی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے کہا: "شوہر پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی کو دینی تعلیم دے، اور اگر وہ یہ ذمہ داری پوری نہ کرے تو عورت کو پورا حق حاصل ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر علم شریعت حاصل کرنے کے لیے استاد کے پاس جائے" (Khaki, ۱۹۳۷، ص ۱۳۵)۔ ان صوفی بزرگوں کے لیے محبت اور احترام کیا حد تک تھا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کشمیری حکمرانوں اور مقامی لوگوں نے ان کی یاد میں خوبصورت مزارات تعمیر کیں۔ یہ صوفی اتنے مشہور اور مقبول تھے کہ لوگ ان کے روحانی فیوض حاصل کرنے کے لیے ان سے ملاقات کرتے تھے اور ان کی قبروں پر بھی حاضری دیتے تھے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ یہ مزارات کشمیری مسلمانوں کے لیے عبادت کے مقامات بن گئے، جو اسلام میں بدعت اور ناجائز عمل ہے، اور اس کی مخالفت حدیث مبارکہ میں بھی موجود ہے۔ تاہم، عوامی محبت کی وجہ سے سماع (روحانی موسیقی کی محبت) کو بہت سے جھوٹے صوفیوں نے قبول کیا۔ اس سے تصوف کی اصل اسلامی روح سے علیحدگی شروع ہوئی۔ کشمیری صوفیت کے اچھے اور برے پہلوؤں کے علاوہ، اس کا اثر آج بھی کشمیر کے ماحول میں پایا جاتا ہے۔ اس نے اسلام کی تبلیغ ایک منفرد انداز میں کی جو نہ صرف بادشاہوں اور درباریوں بلکہ عام عوام کو بھی اپنی طرف راغب کرتی تھی۔ اس نے بہت سے لوگوں کو اسلام قبول کروایا اور اتحاد، بردباری کو فروغ دیا اور معاشرے کو انصاف کی سمت گامزن کیا۔ آج کے دور میں کشمیری صوفیت کی عظمت کہیں کھو گئی ہے اور جدیدیت کے ساتھ ساتھ اسلام میں مذہبی بنیاد پرستی کے داخلے سے اس کا زور گرا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ اثر دیہی علاقوں میں کہیں کچھ حد تک باقی ہو، لیکن مجموعی طور پر اس میں نمایاں کمی آئی ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرے کی تنظیم دوبارہ ایسی اصولوں پر کی جائے جو اتحاد کو فروغ دیں، مساوات کا جذبہ پیدا کریں، دوسرے مذاہب کے لوگوں کے لیے برداشت کو بڑھائیں، اور انسانوں کی طرح زندگی گزارنے کا درس دیں۔۔

نتیجہ

کشمیر میں تصوف نے اپنے آغاز سے لے کر ترقی کے مختلف ادوار میں وادی کے معاشرتی، ثقافتی، روحانی اور تعلیمی زندگی پر گہرے اور دیرپا اثرات چھوڑے ہیں۔ ابتدا میں اسلام کی آمد ایک پرامن اور نرم روش تھی، جو جنگ یا فتح کے ذریعے نہیں بلکہ دعوت و تبلیغ کے وسیلے سے وادی میں داخل ہوئی۔ پہلا معروف صوفی سلسلہ سہروردیہ تھا جس کے ذریعے اسلام اور تصوف کی تعلیمات وادی تک پہنچیں، اور پھر دوسرے صوفی سلسلے جیسے کبروی، نقشبندی اور قدری ورشی بھی کشمیر میں متعارف ہوئے۔ خاص طور پر میر سید علی ہمدانی نے کشمیر کی اسلامائزیشن میں نمایاں کردار ادا کیا اور انہیں کشمیر میں اسلام کے حقیقی بانی کے طور پر جانا جاتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف روحانی تعلیمات کو عام کیا بلکہ معاشرتی اصلاحات بھی کیں، جیسے ظلم، ناانصافی، ذات پات کے نظام کی مخالفت، اور سماجی برائیوں کا خاتمہ۔ ان کے شاگردوں نے مختصر عرصے میں ہزاروں افراد کو اسلام کی طرف راغب کیا، اور انہوں نے کشمیری معاشرہ میں تعلیم، مساوات، بھائی چارے، اور اخلاقی

قدروں کو فروغ دیا۔ میر محمد ہمدانی نے بھی اپنے والد کے مشن کو آگے بڑھایا، تعلیم کے شعبے کو وسعت دی، اور مذہبی و سماجی اداروں کی بنیاد رکھی۔ ان کے اثرات کی وجہ سے کشمیری معاشرت میں فارسی زبان کا رواج بڑھا، جس سے یہاں کی ثقافت نئی جہت اختیار کرنے لگی۔ صوفی رویوں نے شاہی درباروں میں بھی اپنی جگہ بنائی اور سیاسی و سماجی میدان میں اثر و رسوخ حاصل کیا۔ صوفی بزرگوں نے نہ صرف مردوں بلکہ خواتین کی تعلیم پر بھی زور دیا، اور سماج میں تعلیم و تفرقے کی حوصلہ افزائی کی۔ لیکن افسوس وہ ہے کہ صوفی مزارات وقت کے ساتھ عبادت کی جگہ بن گئے جو کہ اسلام میں ناجائز اور ممنوع ہے۔ بعض جھوٹے صوفیوں اور سماع کی وسیع قبولیت نے صوفیت کو اس کی اصل اسلامی روح سے دور کر دیا۔ وقت کے ساتھ کشمیری صوفیت کی عظمت میں کمی آئی ہے، خاص طور پر جدید دور میں مذہبی بنیاد پرستی اور سماجی تبدیلیوں کی وجہ سے۔ تاہم دیہی علاقوں میں اب بھی اس کی روایات زندہ ہیں۔ کشمیری تصوف نے یہاں کے معاشرہ میں اتحاد، برداشت، اور انصاف کو فروغ دیا اور مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے لیے بھی فلاح و بہبود کا باعث بنا۔ اس کی تعلیمات انسانی مساوات، بھائی چارے، اور محبت و رواداری کی بنیاد پر تھیں۔ آخر میں کہا جاسکتا ہے کہ کشمیری صوفیت نے وادی کے فکری، تعلیمی، اور مذہبی ڈھانچے کی تشکیل میں ایک مرکزی اور لازمی کردار ادا کیا ہے، جو آج بھی کشمیری ثقافت اور روحانیت میں نمایاں ہے۔ موجودہ دور میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس روایت کو نئے دور کے تقاضوں کے مطابق زندہ کیا جائے تاکہ معاشرہ اتحاد، مساوات اور برداشت کی روشنی میں ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔ یہی کشمیری صوفیت کی تاریخ کا خلاصہ ہے، جس میں صوفی بزرگوں کی سیاسی، سماجی، تعلیمی اور روحانی خدمات نے کشمیر کو ایک منفرد تہذیب بخشی اور مسلمانوں کو اپنے عقیدے اور اقدار کے ساتھ جوڑے رکھا۔ ان کے نقش قدم پر چلنا آج بھی کشمیری معاشرہ کے لیے روحانی اور فکری بیداری کا ذریعہ ہے۔



حوالے / کتابیات

۱. آفاقی، اے۔ (۲۰۰۴)۔ چڑار شریف، حضرت شیخ العالم کا ذہنی ارتقا۔ سری نگر: لائف فاؤنڈیشنز۔
2. Arberry. (2008). *An Account of the Mystics of Islam* (Vol. 42). London: Routledge publishers.
3. Baldick, J. (1989). *An Introduction to Sufism*. New York: NYU Press
4. Begg, W. (1999). *The Big Five Sufis of India and Pakistan*. New Dehli: Milat Book centre.
5. Bhat, J. I. (2014). *Lal-Ded Revisited*, . Srinagar: Vision Creative Services.
۶. بخاری، ایس ایف۔ (۱۹۹۷)۔ حیات میر محمد ہمدانی۔ سری نگر: اشرف بک ڈپو۔
۷. بخاری، ایس ایم۔ (۱۹۹۸)۔ کشمیر میں اسلام: منظر اور پس منظر۔ سری نگر۔
8. *Encyclopedia Britannica*. (2004).
۹. فردوس، ایس۔ (۲۰۱۷)۔ شیخ العالم کی شاعری: علم کا بیان۔ انٹرنیشنل جرنل آف انجینئرنگ ٹیکنالوجی سائنس اینڈ ریسرچ، ۰۲ (۱۲)۔
۱۰. گوہر، جی۔ (۱۹۹۶)۔ شیخ نور الدین (سُندریش)۔ (ایم۔ مزار، مترجم) نئی دہلی: سہیتیا اکیڈمی۔
۱۱. گل، ایس۔ (۲۰۰۳)۔ میر سید علی ہمدانی اور کبرویہ صوفی سلسلہ کشمیر۔ نئی دہلی: کانٹیکا پبلشرز۔
۱۲. ہمدانی، ایس اے۔ (۲۰۰۹)۔ ذخیرۃ الملوک۔ (آرکیو ایم، مترجم) سری نگر: گلشن پبلشرز۔
۱۳. حسن، پی۔ (۲۰۰۳)۔ تاریخ حسن (دوسرا ایڈیشن، جلد III)۔ (پی زی طاہر، مترجم) سری نگر۔

- روح تحقیق، مسلسل شماره: ۱۲، جلد ۴، شماره ۲، ۲۰۲۶ء
14. Hasnain, F. M. (2001). *Shah Hamadan of Kashmir*. Srinagar.
 ۱۵. حسن، پی۔ (۲۰۱۵)۔ تذکرہ اولیاء کشمیر (جلد III)۔ (پی اے طاہری، مترجم) سری نگر: مشتاق بک کورنر۔
 16. Hastings, J. (1921). *Encyclopedia of Religion and Ethics* (Vol. XII). New York: Coloumbia University.
 ۱۷. ہجویری، اے۔ کشف المحجوب۔ (آر اے نیکلسن، مترجم) لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشن۔
 ۱۸. حسینی، ایچ اے۔ (۱۹۹۲)۔ مذہبی فکر میر سید علی ہمدانی۔ بند پورا: الحرمہ پبلیکیشنز۔
 ۱۹. خاکی، بی ڈی۔ (۱۹۳۷)۔ دستور السالکین۔ سری نگر:
 20. Khanan, F. (2006). *Sufism An Introduction*. New Dehli: Nizamuddin West Market.
 21. Lawrence, W. R. (1985). *Valley of Kashmir*. London: Oxford University Press.
 22. Macdonald, D. B. (2009). *Development of Muslim Theology, Jurisprudence and Constitutional Theory*. United States: Lawbook Exchange, Ltd.
 23. Majeed, D. A. (2019). *The Sufi and the Mystic Movments in the region of Kashmir: Influences and Impact*. International Journal of Research and Analytical Reviews , 6 (1), 17.
 ۲۴. مقبول، ایم۔ ایم۔ (۱۹۸۵)۔ شاہ ہمدان۔ سری نگر۔
 25. Mattoo, A. M. (1988). *Kashmir Under the Mughals : 1586-1752*. Kashmir: Golden Horde Enterprises.
 26. Naresh. (2017). *Sufism in India*. Dehli: National book trust India.
 27. Nicholson, R. (1921). *Studies in Islamic Mysticism*. New Dehli: Cosmo Publications.
 28. Qadiri, S. A. (2002). *Kashmiri Sufism* . Srinagar.
 29. Rafiabadi, H. N. (2015). *Islam in Kashmir: A Study of Prominent Sufis and Reshis*. Srinagar : Book Palace.
 30. Rafiabadi, H. N. (2009). *Islam and Sufism in Kashmir*. New Delhi: Sarup Book Publishers Pvt. Ltd.
 31. Rafiqi, Q. A. (2009). *Sufism In Kashmir*. Srinagar: Gulshan Books.
 32. Rizvi, A. (2004). *A History of Sufism in India* (Vol. I). Lahore: Suhail Academy, carvan press.
 33. Schimmel, A. (1975). "Sufism in Indo-Pakistan". *Mystical Dimensions of Islam*. . Chapel Hill california: University of North california press.
 34. Stoddart William & Nicholson R.A. (1998). *The Mystical Doctrines and the Idea of Personality*. Dehli: Adam Publishers and Distributors.
 35. Subhan, A. J. (1999). *Sufism its Saints and Shrines*. New Dehli: Cosmo
 ۳۶. طاہری، پی۔ زی۔ (۲۰۰۸)۔ محسن کشمیر۔ سری نگر۔
 37. Trimingham, J. (1971). *The Sufi Orders in Islam* . London: Clarendon press.
 38. Valiuddin, M. (2009). *The Quranic Sufism*. New Dehli: Motilal Banarsidass Publishers.

